OPEN ACCESS
Al-Az̤vā الاضواء
ISSN 2415-0444 ;E 1995-7904
Volume 36, Issue, 56, 2021
www.aladwajournal.com

عصری معاشرتی معاملات میں اصلاح طلب امور۔۔۔۔مختصر معاصر تفاسیر کی فقہی تعبیرات کا تجزیہ

Reforms in modern social affairs……an analysis of jurisprudential interpretations of brief contemporary exegesis

FarihaAnjum(corresponding author)
Lecturer,Lahore college for women university, Lahore.

Muhammad SaadSidiqui
Professor ® Institute of Islamic Studies,
University of the Punjab, Lahore, Pakistan

Abstract

KEYWORDS

brief exegesis, social affairs, extravagance, bribery, jurisprudence interpretations of verses.

Islam gives us the principles of best society. It is associated with every aspect of social, economic and cultural life and has guidance for them. This research deals with those moral values that have always played a vital role in human life. Extravagance, bribery, recommendation and flattery are related to the daily life of a person. These values deal with the economic, social and moral aspects of life together. From where a person earns and where he spends, this reflects the mood of a man. Islam urges us to spend money on ourselves. It emphasizes to spend on food, clothing and all basic necessities, even on adornment but not be excessive. That economic need creates the feeling of others in a man. This article is based on the Comparison of juristic interpretations of Urdu exegesis written in twentieth century. It will cover these values that result in negative effect on a positive human environment and give the best way to avoid them in the light of Qur'ān.

Date of Publication:
31-12-2021

CC BY

افراد وامم کی ترقی کا راز قرآنی تعلیمات کی پیروی اور اس کی حکیمانہ ترتیب و تنظیم میں مضمر ہے۔ قرآن حکیم بنی نوع انسان کی فلاح و صلاح کے جملہ اجزاء و عناصر پر مشتمل ہے۔ یہ ایک لازمی امر ہے کہ قرآنی تعلیمات کی تعمیل قرآن کے فہم و تدبر کے بعد ہی ممکن ہے۔ قرآن عزیز جس رشد و ہدایت کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے اور اس کا معجزانہ اسلوب جن حکمتوں کا جامع ہے، جب تک ان سے آگاہی نہ حاصل کی جائے تب تک اس کی پیروی کا کوئی امکان نہیں۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ ہم قرآنی الفاظ کے معانی و مطالب کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ تفسیر اسی سلسلے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ مفسرین کرام ہر دور اور ہر زمانے میں اپنی اپنی بساط اور اپنے اپنے طریق کار سے اس میدان میں جوہر دکھاتے رہے۔ ان مفسرین کرام میں سے بعض حضرات نے قرآن مجید کے اعجاز و ایجاز کے حوالے سے خدمات سرانجام دیں جبکہ بعض نے قرآن مجید کے الفاظ کے حسن و جمال، سلاست زبان اور جمل و تراکیب کو اپنا محور بنایا۔ کسی نے تفسیر قرآن کو روایات و آثار کے حوالے سے مرتب کیا تو کسی نے اقوال و آثار کے ساتھ عقل و دانش کے حوالے سے سعی کی۔ کسی نے سائنسی نقطہ نگاہ کو سامنے رکھ کر قرآن مجید کا مطالعہ کیا اور کسی نے فقہی احکام و مسائل کی روشنی میں تفسیر قرآن مجید کے میدان میں محنت شاقہ سے کام لیا۔ الغرض ہر دور کے اہل علم نے تفسیر قرآن مجید اور اس کے فہم و فراست کے لیے اپنی مساعی جمیلہ سرانجام دیں۔

قرآن مجید کے معانی و مطالب کے لحاظ سے پانچ علوم ہیں ان میں سے ایک "علم الاحکام" ہے جس میں انسانیت کی فلاح و بہبود اور انسانی معاشرے کی تشکیل و معاملات کے بارے میں احکام موجود ہیں اس لیے بہت سے علمائے امت نے قرآن مجید کا مطالعہ فقہی مسائل اور ان کے استنباط کے حوالے سے کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہمارے پاس بے شمار تفاسیر (مختصر و مفصل) موجود ہیں جو احکامی آیات کی فقہی تعبیرات بیان کرتی ہیں۔ اس مقالہ میں بیسویں صدی کی سات مختصر معاصر تفاسیر کی فقہی تعبیرات کا تقابلی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔

تفسیر عثمانی۔ علامہ عثمانی (1949م) نے اپنی تفسیر میں معاشرتی پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے اور معاشرے کی خرابی خواہ وہ اخلاقی ہو یا کوئی غلط رسم و رواج، اس کی بیخ کنی کرتے نظر آتے ہیں۔

تفسیر ماجدی۔ مولانا عبد الماجد دریا آبادی (1977م) کی تفسیر کا بنیادی موضوع مطالعہ مذاہب ہے یہ تفسیر دین اسلام کے اثبات، اس کے امتیازات اور باطل عقائد کی تردید، باطل فرقوں اور رسم و رواج کی تردید کے لیے خاص نظر آتی ہے۔

خزائن العرفان۔ علامہ نعیم الدین مراد آبادی (1948م) کی تفسیر ہے، جس کا خاصہ فقہی احکام کا استنباط ہے اس کے ساتھ ساتھ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و اعمال اور اقوال صحابہ کی روشنی میں تفسیر کرتے ہیں۔

اشرف الحواشی۔ شیخ محمد عبدہ (1999م) کی تفسیر بڑے فوائد کی حامل مختصر تفسیر ہے۔ صرف اس حد تک آیت مبارکہ کا مفہوم بیان کرتے ہیں اور اس کی تفسیر دیتے ہیں جتنی عام قاری کو پڑھنا آسان ہو سکے۔

احسن البیان۔ حافظ صلاح الدین یوسف کی یہ تفسیر آیات واحادیث مبارکہ سے تفسیر میں ممتاز ہے اور باطل و گمراہ فرقوں کی تردید بھی پائی جاتی ہے۔

توضیح القرآن (آسان ترجمہ قرآن)۔ مولانا تقی عثمانی نے ائمہ سلف کے طریقے کو اپناتے ہوئے تفسیر القرآن بالقرآن سے تفسیری فوائد بیان کیے ہیں۔

تیسیر الرحمن لبیان القرآن۔ ڈاکٹر محمد لقمان السلفی کی یہ تفسیر دیگر مختصر تفاسیر کی نسبت قدرے مفصل ہے۔ استنباط احکام اس کا خاصہ ہے، شامل ہیں۔

یہ تمام تفاسیر اپنے اپنے تخصصات کے ساتھ ساتھ فقہی احکام کے مطالعے اور استنباط کے لیے بھی اہم ہیں کسی نے کم اور کسی نے زیادہ، بہر طور ہر ایک میں احکام کا استنباط نظر آتا ہے۔ ان کی فقہی تعبیرات کے تقابلی مطالعہ کے ذریعے انسانی اجتماعیت کے مثبت و مفید ماحول پر منفی اثرات مرتب کرنے والے اعمال کو سرشت انسانی پر غلبہ پانے کے پہلوؤں کا احاطہ کیا جائے گا۔ اس مطالعے کا مفید پہلو یہ ہو گا کہ مفسرین کرام نے قرآن مجید کے علمی معارف کو تربیت انسانی کے لیے مدو معاون بنانے میں جو منفرد کام کیا ہے، اس سے استفادہ کیا جائے گا۔

اسلامی نقطۂ نظر سے انسانی شخصیت کے دو پہلو ہیں۔ بعض خصوصیات موروثی ہوتی ہیں اور بعض خصوصیات ایسی ہیں جو تربیت سے حاصل ہوتی ہیں اور دونوں انسان اور اس کے معاشرتی رویوں پر اثرانداز ہوتی ہیں۔ پیغمبر آخر الزمانؐ اور ان پر نازل ہونے والی کتاب قرآن پاک نے انسان کی تربیت پر جس قدر زور دیا ہے ایسا کسی اور نے نہیں دیا۔ خود رسولؐ کا ارشاد ہے:

((ما من مولود الا یولد علی الفطرة فابواه یهودانه او ینصرانه او یمجسانه))(1)

(ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت کے سوا کسی چیز پر نہیں پیدا ہوتا پھر اس کے والدین اسے یہودی بناتے ہیں یا نصرانی یا مجوسی۔)

گویا ہر بچے کی ابتدائی فطرت سلیمہ اسے پاکیزہ ہی بناتی ہے۔ پھر اس کی تربیت اس پر اثرانداز ہوتی ہے لہٰذا اگر تربیت و ماحول پاکیزہ ہو گا تو بچہ ایسی ہی عادات بنا لے گا اور اگر ماحول و تربیت اسے غلط راستے پر لے کر چلے گا تو بچہ اس کا عادی ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں جابجا انسان کی تربیت کے اصول و قاعدے بتائے گئے ہیں اور رسولؐ

نے ان کا عملی مظاہرہ دکھایا۔ چونکہ افراد مل کر معاشرہ بناتے ہیں لہٰذا فرد کی بنیادی تربیت پر اسلام زور دیتا ہے جس کے نتیجے میں بہترین اسلامی معاشرہ وجود میں آتا ہے۔

ڈاکٹر خالد علوی فرماتے ہیں:

> ''انسانی زندگی کے کئی پہلو ہیں۔ معاشی، سیاسی، جمالیاتی اور مذہبی وغیرہ لیکن جو چیز ان سب تعلقات کو مجتمع کرتی ہے وہ معاشرتی پہلو ہے۔ یہ وہ رشتہ ہے جس میں ایک انسان دوسرے انسان سے بطور انسان ربط قائم کرتا ہے۔ یہ انسانی رشتہ ہے جو مختلف افراد کو ایک اجتماعیت میں منظم کرتا ہے۔ معاشرہ بنیادی طور پر یکساں لیکن عملی طور پر ہمیشہ تغیر پذیر ساختوں کا نام ہے جن سے ان رشتوں کی کلیت معلوم ہوتی ہے۔''(2)

افراد کا یہ ربط و تعلق جب تک ایک اصول و قاعدہ پر منظم نہ ہو، تب تک مفید معاشرہ مرتب نہیں ہو سکتا۔ انہی اصولوں کو اقدار کا نام دیا جاتا ہے۔ دین اسلام کے ماننے والے انہی اقدار کے ذریعے سے ایک دوسرے سے منسلک ہیں۔ یہ دین اپنے ماننے والوں کو جو مکمل ضابطۂ حیات دیتا ہے اس کا اہم پہلو معاشرتی اقدار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر جو حقوق العباد لازم کیے ہیں ان کی بنیاد ہی ان معاشرتی اقدار کا احترام ہے۔ اس کے لیے ہمیں اتنی تاکید کی گئی ہے کہ ان کے بغیر اسلامی معاشرے کا وجود ناممکن ہے۔ بے شمار آیات مبارکہ ہیں جن میں اقدار اور اخلاقیات کے احکامات دیئے گئے ہیں۔ ان اوامر و نواہی کی فہرست قرآن پاک میں بہت لمبی ہے۔ کچھ احکامات ایسے ہیں جن کی بار بار تاکید کی گئی ہے جو بہترین اخلاق کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور بعض چیزوں سے شریعت نے منع بھی فرمایا ہے تاکہ انسان میں اچھی عادات پیدا ہوں اور برے اخلاق سے اس کی فطرت پاکیزہ رہے چونکہ رسولؐ کی بعثت کا مقصد ہی اعلیٰ اور بلند اخلاق کی تکمیل ہے۔ ارشاد رسولؐ ہے:

((انما بعثت لا تمم مکارم الاخلاق))(3)

آپؐ نے اخلاق حسنہ کے ساتھ ساتھ ان اخلاقی رذائل کی نشان دہی بھی ضروری کر دی جنہیں انسانی فطرت سلیمہ ہر دور میں ناپسند کرتی رہی ہے۔ اسلامی تعلیمات میں ان سے پرہیز کی بڑی تاکید کی گئی ہے۔ عصر حاضر کا اگر اس پہلو سے جائزہ لیا جائے تو اخلاق و اقدار میں بگاڑ نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ ہر فرد دوسرے سے بے پرواہ و بیگانہ اور اخوت و اتحاد جیسی صفات معدوم ہوتی نظر آتی ہیں یہی وجہ ہے کہ امت زوال کی طرف جا رہی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ دین اسلام کی عطا کردہ اقدار پر عمل کیا جائے۔ قرآن پاک ان اقدار کا تفصیلی خاکہ پیش کرتا ہے جن میں

اوامر و نواہی کی تفصیل موجود ہے۔ اس مقالہ میں معاشرتی اقدار و اخلاقیات سے متعلق اصلاح طلب امور پر مبنی آیات کا انتخاب کیا گیا ہے جن کے بارے میں مفسرین کرام نے فقہی تعبیرات بیان کی ہیں:

اسراف و تبذیر:

اسلام انسان کو کسبِ معاش کی دعوت دیتا ہے مگر کسبِ معاش میں حلال و حرام کو پیش نظر رکھتا ہے۔ انسان جو کچھ کماتا ہے، اسے اس کے تصرف کا پورا حق حاصل ہے مگر ساتھ ساتھ کچھ حدود و قیود بھی اسلام عائد کرتا ہے جن کے تحت انسان کو خرچ کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ وہ ہے اسراف و تبذیر کی ممانعت۔ یعنی اللہ تعالیٰ غیر شرعی جگہوں پر مال خرچ کرنے سے منع کرتا ہے۔ قرآن حکم دیتا ہے کہ نہ تو اخراجات میں حد سے تجاوز کرو یعنی فضول خرچی نہ کرو اور نہ اس حد تک کنجوسی کرو کہ اپنی اور اپنے اہل و عیال کی بنیادی ضروریات ہی پوری نہ کر سکو۔ مندرجہ ذیل آیات مبارکہ اسراف و تبذیر کی ممانعت ہی کو ظاہر کرتی ہیں:

﴿وَهوَالَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ، كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ، وَلَا تُسْرِفُوْا، اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾(4)

اس آیت مبارکہ میں صدقہ و خیرات کرنے میں اسراف سے منع فرمایا گیا ہے۔ منتخب مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ جس طرح خرچ کرنے اور اکل و شرب میں اسراف منع ہے اسی طرح صدقہ و خیرات میں بھی اسراف سے منع فرمایا گیا ہے۔ چونکہ اسراف کے معنی حد سے تجاوز کرنا ہے لہٰذا کسی بھی پہلو میں اگر انسان حد سے تجاوز کرے گا تو وہ اسراف میں شمار ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز میں اعتدال و میانہ روی مطلوب ہے۔ اسی کی تاکید کی گئی ہے۔

صدقہ و خیرات میں تجاوز یہ ہے کہ نہ تو ناحق کوئی چیز وصول کرو یعنی زکوٰۃ و صدقات کی وصولی میں حد سے تجاوز نہ کرو اور نہ ہی ناحق، بے جا خرچ کرو۔ بے موقع خرچ نہ کرو۔(5) شیخ محمد عبدہٗ اسی بات کی تائید کے لیے حدیث مبارکہ بھی پیش کرتے ہیں۔ رسولؐ فرماتے ہیں:

((المعتدی فی الصدقة کمانعها))(6)

(صدقہ وصول کرنے میں ظلم کرنے والا اسی طرح گناہگار ہے جیسا زکوٰۃ نہ دینے والا۔)

انہوں نے ایک واقعہ بھی بیان کیا ہے جسے وہ اس آیت مبارکہ کا شانِ نزول بتاتے ہیں کہ ثابت بن قیس بن شماس نے ایک دن میں پانچ سو کھجور کے درخت سے پھل اتارا اور اسی روز سارے کا سارا خرچ کر دیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سارا مال صدقہ میں دے دینا منع ہے۔(7)

﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾(8)

اس آیت مبارکہ میں اسراف کی ممانعت کی گئی ہے۔ خاص یہاں اکل و شرب میں اسراف سے منع کیا گیا ہے۔ منتخب مفسرین کرام کے مطابق اسراف حد اعتدال سے تجاوز کرنے کا نام ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ ہے۔ کسی بھی چیز میں اسراف حتیٰ کہ کھانے پینے میں بھی اسراف ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔ اس کی کئی صورتیں ہیں: حلال کو حرام کر لے یا حلال سے گزر کر حرام سے بھی متمتع ہونے لگے یا بے تمیزی اور حرص سے کھانے پر گر پڑے یا بدون اشتہاء کے کھانے لگے یا بے وقت کھائے یا اس قدر کم کھائے جو صحت جسمانی اور قوت عمل کے باقی رکھنے کے لیے کافی نہ ہو یا مضر صحت چیزیں استعمال کرے وغیرہ۔ یہ فضول خرچی اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض صفت ہے۔ انسان کو محتاجی تک پہنچا دیتی ہے اور تمام بیماریوں کی جڑ بنتی ہے۔ اسی لیے آیت مبارکہ میں بے جا اسراف یعنی کھانے پینے میں حد سے تجاوز کرنا ممنوع قرار دیا گیا ہے اور اللہ کا ناپسندیدہ فعل قرار دیا گیا۔(9)

مولانا تقی عثمانی اور ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی نے اس حوالے سے بات نہیں کی۔ منتخب مفسرین کرام اس آیت مبارکہ سے احکام بھی مستنبط کرتے ہیں۔ بعض مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ ائمہ سلف کے مطابق اس آیت مبارکہ کے آدھے حصے میں ساری طب جمع فرما دی گئی ہے کیونکہ کھانے پینے میں بد احتیاطی تمام بیماریوں کی جڑ بنتی ہے۔(10)

رسولؐ نے فرمایا:

((آدمی اپنے پیٹ سے زیادہ کوئی برا برتن نہیں بھرتا۔ ابن آدم کے لیے چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو سیدھی رکھیں اور اگر اتنا ہی ضروری ہو تو ایک تہائی کھانے کے لیے، ایک تہائی پینے کے لیے اور ایک تہائی سانس کے لیے))(11)

مزید بعض مفسرین کرام نے اس آیت مبارکہ سے ایک اہم فقہی اصول مستنبط کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں دلیل ہے کہ کھانے اور پینے کی تمام چیزیں حلال ہیں سوائے ان کے جن پر شریعت میں دلیل حرمت قائم ہو کیونکہ یہ قاعدہ مقررہ مسلمہ ہے کہ اصل تمام اشیاء میں اباحت ہے مگر جس پر شارع نے ممانعت فرمائی ہو اور اس کی حرمت دلیل مستقل سے ثابت ہو۔(12)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ منتخب مفسرین کرام کے مطابق اللہ تعالیٰ ہمیشہ اعتدال اور میانہ روی کے راستے کو پسند کرتا ہے لہٰذا اسراف و بخل خواہ خرچ کرنے میں ہو یا کھانے پینے میں ہر لحاظ سے ناپسندیدہ ہے۔

﴿وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا۝۲۶ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا﴾(13)

ان آیات مبارکہ میں فضول خرچی سے منع کیا گیا ہے۔ تمام مفسرین کرام مختصراً ایک ہی تفسیر بیان کرتے ہیں۔ کسی کا اس میں اختلاف نہیں نظر آتا۔ فرماتے ہیں کہ اسلام مالدار کو یہ حکم نہیں دیتا کہ وہ اپنے نفس کی آسائش پر سرے سے کچھ خرچ ہی نہ کرے۔ جائز حدود کے اندر اس کی پوری پوری اجازت ہے۔ چونکہ مال خدا کی بڑی نعمت ہے جس سے عبادت میں دلجمعی پیدا ہوتی ہے۔ اسلامی خدمات اور نیکیاں کمانے کا موقع ملتا ہے۔ لہٰذا اس کو اندھا دھند اسراف سے خرچ کرنا ناشکری ہے۔ اور اسلام اس سے قطعاً روکتا ہے۔ تمام مفسرین کرام یہاں فضول خرچی کے لیے استعمال ہونے والے لفظ تبذیر کے معنی و مفہوم پر روشنی ڈالتے ہوئے آیت کی تفسیر بتاتے ہیں۔ زیادہ تر مفسرین کرام نے تبذیر کے معنی مال کے بے موقع اور محل معصیت یعنی ناجائز کاموں پر خرچ کرنے کے لیے ہیں۔ جس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: ایک یہ کہ وہ کام بذاتِ خود ناجائز ہو جیسے زنا، شراب، قمار بازی وغیرہ۔ دوسرے وہ عمل خود تو جائز ہو لیکن اس میں شرکت سے مقصود تفاخر و شہرت ہو اور انسان اپنا مال خرچ کرنے میں حد شرعی سے تجاوز کرتا ہو۔(14)

اسی تبذیر کے لیے اسراف کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے۔ دونوں کا مفہوم فضول خرچی ہی لیا جاتا ہے۔ مولانا تقی عثمانی اس میں فرق بتاتے ہیں:

> "عام طور سے تبذیر اور اسراف دونوں کا ترجمہ فضول خرچی سے کیا جاتا ہے لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ اگر جائز کام میں خرچ کیا جائے لیکن ضرورت سے زیادہ خرچ کیا جائے تو وہ اسراف ہے اور اگر مال کو ناجائز اور گناہ کے کام میں خرچ کیا جائے تو وہ تبذیر ہے۔"(15)

اسی لیے مولانا صاحب کے مطابق یہاں آیت مبارکہ میں مفہوم ناجائز کاموں پر خرچ کرنا ہے۔ ایسے عمل کو شیطانی عمل سے مماثلت دی گئی ہے۔ تمام منتخب مفسرین کرام آیت مبارکہ کی اس تمثیل کو بالکل درست فرماتے ہیں۔ اس لیے کہ ناشکری اور کفرانِ نعمت شیطان کی صفات ہیں۔ جس طرح شیطان نے خدا کی بخشی ہوئی قوتوں کو عصیان و ضلال میں خرچ کیا انسان نے بھی حق تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو نافرمانی میں لٹایا۔ جو شخص ایسا کرتا ہے وہ

شیطان ہی کا راستہ اختیار کرتا ہے لہٰذا مفسرین کرام کے نزدیک شیطان کی مماثلت سے بچنا چاہیے، چاہے وہ کسی ایک ہی خصلت میں ہو۔(16)

﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا﴾(17)

اس آیت مبارکہ میں اب خرچ کرنے کا صحیح اصول بیان کیا جارہا ہے۔ وہ ہے اعتدال و میانہ روی۔ نہ اپنی قدرت واستطاعت سے بڑھ کر خرچ کرنا اور نہ ہی بالکل کنجوسی کرنا۔ اسلام نے اس میانہ روی کی بار بار تاکید کی ہے اور حقیقی مومن کی علامت یہی اعتدال بتایا ہے۔

منتخب مفسرین کرام اس کی تفسیر یہ بیان فرماتے ہیں کہ انسان نہ بخل کرے کہ اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ضروریات پر بھی خرچ نہ کرے اور دیگر مالی حقوق واجبہ بھی ادا نہ کرے اور نہ فضول خرچی ہی کرے کہ اپنی وسعت و گنجائش دیکھے بغیر ہی بے دریغ خرچ کرتا رہے۔ بخل کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان ملوم یعنی قابل ملامت قرار پائے گا اور فضول خرچی کے نتیجے میں محسور یعنی چلنے سے عاجز مراد بالآخر خالی ہاتھ ہو کر بیٹھ جائے گا۔(18) اس کے لیے دلیل یہ حدیث مبارکہ بھی بیان فرمائی ہے۔ رسولؐ نے فرمایا:

((ماعال من اقتصد))(19)

درج بالا تفسیر سے بالکل مختلف ایک پہلو علامہ نعیم الدین مرادآبادی نے بیان فرمایا ہے جو کسی دوسرے مفسر نے بیان نہیں کیا۔ وہ ہے: اس آیت مبارکہ کا شانِ نزول۔ انہوں نے ایک واقعہ اس آیت مبارکہ کا شانِ نزول بیان کیا ہے جو کسی اور مفسر نے قلمبند نہیں کیا۔ فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان بی بی کے سامنے ایک یہودیہ نے حضرت موسیٰؑ کی سخاوت کا بیان کیا اور اس میں اس حد تک مبالغہ کیا کہ حضورؐ پر انہیں ترجیح دی۔ یہ بات مسلمان بی بی کو ناگوار گزری۔ اس نے چاہا کہ یہودیہ کو حضورؐ کے جود و کرم کی آزمائش کرادی جائے چنانچہ انہوں نے اپنی چھوٹی بچی کو حضورؐ کی خدمت میں بھیجا کہ ان سے قمیض مانگ کر لائے۔ اس وقت حضورؐ کے پاس ایک ہی قمیض تھی جو زیب تن تھی وہی اتار کر دے دی اور شرم سے خود باہر تشریف نہ لائے یہاں تک کہ اذان کا وقت ہو گیا۔ صحابہؓ نے انتظار کیا آپؐ تشریف نہ لائے تو سب کو فکر ہوئی۔ حال معلوم کرنے گئے تو دیکھا کہ جسم مبارک پر قمیض نہیں ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔(20)

ان تمام آیات مبارکہ میں مفسرین کرام کے اقوال سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ اسراف و تبذیر انسان کے اعمال کی تباہی کا سبب ہیں لہٰذا معاشرہ کو اس سے بچنے کی تاکید کی ہے۔

☆رشوت، سفارش، خوشامد:

دوسرا اہم اصلاح طلب پہلو مال کا ناجائز استعمال سراسر اپنی ذات کے فائدے کے لیے خرچ کرنا ہے، جس سے چاہے دوسرے کے حقوق کی پامالی ہوتی ہو۔ اس میں رشوت، سفارش اور خوشامد شامل ہے۔

کسی کے بھی مال سے ناجائز طریقہ سے فائدہ اٹھانا رشوت کہلاتا ہے۔ مفتی احسان اللہ شائق اس کا مفہوم یہ بیان کرتے ہیں:

"رشوت وہ مال ہے جو اپنے موافق فیصلہ کروانے کے لیے دیا جائے۔"(21)

گویا کوئی باطل فرض اور ناحق مطالبہ پورا کرنے کے لیے کسی ذی اختیار شخص کو کچھ دے کر اپنے موافق کرلے۔ یہ ایک ظلم ہے جو دوسروں پر کیا جاتا ہے۔ اسی لیے اسلام نے اس سے منع فرمایا ہے اور اس کی مذمت کی ہے۔ اسی طرح اپنے معاملات میں اپنے حق و مفاد کے لیے کسی بھی ایسے شخص کا استعمال جو اختیارات کا مالک ہو، ناجائز ہے۔ سفارش و خوشامد اسی زمرہ میں آتی ہے۔ ان سب چیزوں سے اسلام نے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ خوشامد کرنے والا تین قسم کے گناہوں میں مبتلاء ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ وہ ایسی تعریفیں کرتا ہے جو واقعی اس کے موافق نہیں ہوتی۔ یہ جھوٹ ہے۔ دوسرے وہ منہ سے جو تعریف کرتا ہے اس کو اپنے دل سے خود درست نہیں مانتا۔ یہ منافقت ہے۔ تیسرے یہ کہ دنیاوی فائدوں کے لیے ارباب قدر و جاہ کی خوشامدانہ تعریف کرکے ان کی اور لوگوں کی نظروں میں اپنے آپ کو ذلیل کرتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ، وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾(22)

گویا ایسا شخص جو ان اعمال کا مرتکب ہوتا ہے وہ اللہ کے ہاں کبھی پسندیدہ نہیں ہو سکتا۔ ذیل میں وہ آیات مبارکہ بیان کی جاتی ہیں جن میں ان اعمال کے ارتکاب کی ممانعت و مذمت پائی جاتی ہے۔

﴿وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾(23)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر کھانے سے منع فرمایا ہے۔ ناجائز طور پر مال کھانے سے مراد اپنے تصرف میں وہ مال لانا ہے تمام مفسرین کرام متفقہ طور پر باطل مال میں قمار، غصب، حق تلفی، چوری، خیانت، سود، جوا، دھوکہ دہی، دغابازی، بیوع ناجائزہ وغیرہ شمار کرتے ہیں۔ اسی طرح

زکوٰۃ، صدقات، وصیت وغیرہ کا مال ناحق کھاجانا یالاٹری کے ذریعے کمائی یانجومی کی فیس وغیرہ سب اکل باطل ہے جو کسی بھی طرح جائز نہیں۔ یہ سب صورتیں مفسرین کرام کے نزدیک حرام ہیں۔ ان سے حاصل کیا گیا مال کسی بھی طریقے جائز یا حلال نہیں ہوسکتا۔(24) علامہ ماجدی نے یہ بھی فرمایا ہے کہ فقہاء نے اکل باطل کی تفصیل میں یہ مد بھی شامل کی ہے کہ وہ مال بھی باطل کے حکم میں آجاتا ہے جو مالک کی خوشدلی کے بغیر حاصل کیا جائے یا مالک کو اسے خوشدلی سے دے رہا ہو لیکن خود شریعت نے اس مد کو ناجائز قرار دیا ہو۔ اسی طرح علامہ صاحب مزید اس آیت مبارکہ سے فقہی حکم یہ مستنبط کرتے ہیں کہ لفظ بینکم کے دائرہ کی وسعت تک یہ حکم محدود نہیں بلکہ مسلم ہو یا کافر، کسی کا بھی مال دغا، فریب، ظلم وغیرہ سے لینا جائز نہیں۔ صرف کافر حربی کے مال پر تسلط جائز ہے کہ اس سے اعلان جنگ ہوچکا ہے۔ اس پر بھی خاص حدود قیود عائد ہوتی ہیں۔(25)

مفسرین عظام آیت مبارکہ کی وضاحت مختلف انداز سے کرتے ہیں۔ علامہ ماجدی نے آیت مبارکہ مفصل تفسیر بیان کی ہے۔ لغوی و نحوی وضاحتوں کے ساتھ ساتھ فقہی احکام کا استنباط اور اس کے ذریعے سے غیر مسلم مفکرین کی دین اسلام کے پُر حکمت احکامات کی تائید بیان کی ہے۔ جبکہ دیگر مفسرین کرام نے مختصراً وضاحت کرتے ہوئے اصل حکم اور اس ضمن میں مالِ باطل کی تفصیل بیان کردی ہے۔

آیت مبارکہ کے ٹکڑے ﴿وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ﴾ کی وضاحت یہ کرتے ہیں کہ یہ ایسے شخص کے بارے میں ہے جس کے پاس کسی کا حق ہو لیکن حق والے کے پاس ثبوت نہ ہو۔ اس کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ عدالت یا حاکم مجاز سے اپنے حق میں فیصلہ کروالے۔ اس طرح دوسرے کا مال غصب کرلے۔ اس مال کو غصب کرنے کے لیے وہ اپنے اختیارات و تعلقات کا استعمال کرے، رشوت دے یا جھوٹی گواہیاں پیش کرے، وہ سب اس کے لیے ناجائز و حرام ہے۔ یہ ظالم عنداللہ مجرم ہوگا۔(26)

علامہ ماجدی یہاں پر مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دنیا کی کوئی عدالت بہتر سے بہتر ہو، کوئی حاکم عادل سے عادل سہی، دنیوی فیصلے علم غیب کی بنا پر نہیں ہوتے۔ روئداد مقدمہ پر ہوتے ہیں۔ اُن میں غلطی کا احتمال باقی رہتا ہے۔ یہ آیت اس حقیقت کی طرف ہی اشارہ کررہی ہے کہ جو حق ہے وہ عنداللہ حق ہی رہے گا۔ اگرچہ حکام کا فیصلہ اس کے برعکس ہو۔ قاضی کے فیصلے حق کو ناحق اور ناحق کو حق نہیں بناسکتے۔ اس لیے حکام پر غلط فیصلوں کے لیے زور مت ڈالو۔ اسی لیے علامہ صاحب بجا طور پر فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی صرف اسی آیت پر اگر آج عملدرآمد ہوجائے تو جھوٹے دعووں جعلی کاغذات جھوٹی گواہیوں، جھوٹے حلف ناموں اور عہدہ داروں کی رشوتوں کے ساتھ ساتھ اعلیٰ حکام کی خدمت میں نذرانوں، دعوتوں کا وجود ختم ہوجائے گا۔(27)

﴿مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا، وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا، وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا﴾(28)

اس آیت مبارکہ کی تفسیر منتخب کرام نے ربط آیات کے ساتھ بھی بیان فرمائی ہے کہ رسولؐ کو جہاد کی ترغیب دینے کا کہا جارہا ہے اور اس سے عمومی حکم بھی مستنبط کیا ہے کہ جو کوئی عملِ خیر کی طرف مائل کرے گا اسے اس کا اجر ملے گا اور اس کے برعکس جو کوئی برائی کی طرف مائل کرے گا وہ بھی اس کا حصہ دار کہلائے گا۔ یہاں مفسرین کرام شفاعت حسنہ سے مراد جائز سفارش اور شفاعت سیئہ سے مراد ناجائز سفارش لیتے ہیں۔ ان دونوں میں سے کوئی شخص جس طرف بھی دوسرے فرد کو راغب کرے گا وہ خود اس اجر و سزا کا اتنا ہی مستحق ہوگا جتنا اس کام کو کرنے والا۔(29)

علامہ ماجدی نے یہاں یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص عمل خیر بھی غیر مشروع طریقے سے کرنے کی طرف دوسروں کو مائل کرے گا تو وہ بھی شفاعت سیئہ میں شمار ہوگا۔(30)

ڈاکٹر لقمان السلفی نے اپنی تفسیر میں شفاعت حسنہ کی فضیلت بیان فرمائی ہے کہ آیت میں اچھی شفاعت کی تعریف کی گئی ہے اور اللہ کے وعدہ کا ذکر کیا گیا ہے کہ شفاعت کرنے والے کو اچھا بدلہ ملے گا۔(31) اس کے لیے انہوں نے احادیث مبارکہ بھی بیان فرمائی ہے جو شفاعت حسنہ کے فضائل بیان کرتی ہے۔ رسولؐ فرماتے ہیں:

((إشفعوٓا تؤجروا))(32)

﴿لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴿١٨٨﴾﴾(33)

یہ آیت کریمہ تمام منتخب مفسرین کرام کے مطابق یہود اور منافقین کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ لہٰذا چند مفسرین کرام نے اس کی تفسیر میں صرف یہود و منافقین کا ہی تذکرہ کیا ہے۔ مگر بعض مفسرین عظام نے اس سے تمام مسلمانوں کے لیے بھی حکم نکالا ہے کہ اس آیت کریمہ میں ایسے تمام لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو ریاکاری اور نام و نمود کی خاطر کام کرتے ہیں اور جتنا کرتے نہیں، اس سے زیادہ کا اظہار کرتے ہیں یا کوئی خوبی اپنے اندر ہوتی نہیں اسے اپنی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہ بیماری جس طرح عہد رسالتؐ میں بعض لوگوں میں پائی جاتی تھی اسی طرح آج بھی جاہ پسند قسم کے لوگوں اور لیڈروں میں یہ عام ہے۔ اسی طرح وہ لوگ بھی جو بغیر علم کے اپنے آپ کو عالم کہلواتے ہیں۔ ان سب لوگوں کے لیے آیت مبارکہ میں سخت وعید آئی ہے کہ انہیں عذاب دیا جائے گا۔(34) باقی مفسرین کرام نے آیت مبارکہ کی تفسیر میں یہ پہلو بیان نہیں فرمایا۔ گویا منتخب مفسرین کرام ان اعمال کو اخلاقی بگاڑ کا سبب قرار

دیتے ہیں اور باقاعدہ فقہی احکام مستنبط کرتے ہوئے ان رذائل اخلاق سے بچنے کی تاکید کرتے ہیں جس پر باقاعدہ اللہ کی طرف سے وعید آئی ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ معاشرہ جو کسی قوم کی تہذیب و تمدن کا آئینہ دار ہوتا ہے اور اس کی روایات و اقدار سے اس معاشرے کی حقیقی تصویر کشی ہوتی ہے، اس میں اگر خرابی پیدا ہو جائے تو معاشرے کی اصل شکل مسخ ہو جاتی ہے۔ تہذیب کی بنیاد و اساس مذہب ہے۔ مذہب کے عطا کردہ نظریات کو اپنا کر ایک معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ دین اسلام اپنے ماننے والوں کو بہترین معاشرہ بنانے کے اصول دیتا ہے جن پر عمل کرنے میں ہی انسان کی نجات ہے اور اس سے بے رخی اختیار کرنے والے کے لیے سخت انجام بھی بتا دیا۔ اگر انسان راہ راست سے بھٹک جائے تو اس کو اصلاح کا طریقہ بھی بتایا کیونکہ جب تک انسان اپنی اقدار کی اصلاح نہیں کر سکتا اس وقت تک وہ عمل صالح بھی نہیں کر سکتا۔ عصر حاضر میں مسائل اور ان کی نوعیتیں بدلتی رہتی ہیں لیکن نبرد آزما ہونے کے لیے اصول وہی ہیں جو قرآن وسنت نے بیان کیے ہیں۔ ہر دور میں مسال کا حل قرآن وسنت سے ہی ملتا ہے، غور و فکر کا پہلو صرف یہ ہے کہ کونسے اصولوں کا اطلاق ہر دور میں مسائل کے حل کے لیے کیا جائے گا۔ یہی غور و فکر قرآن وسنت سے مسائل کا حل تلاش کرنے میں مدد و معاون ثابت ہوتا ہے۔ موجودہ دور میں ایسے رذائل اخلاق کا رائج ہونا اصل میں دین سے دوری کا سبب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اسلام اور اس کے تمام احکام پر پورے طور پر عمل پیرا ہوں۔ انہیں اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ اپنی خواہش کے لیے کسی چیز پر عمل کر لیں اور جو چیز ان کی خواہش کے مطابق نہ ہو، اسے چھوڑ دیں یعنی ہمارے عقائد، خیالات، نظریات، طور طریقے، رسم و رواج اور کاروباری زندگی سب کچھ اسلام کے مطابق ہو۔ مندرجہ بالا آیات مبارکہ ان چند اصولوں کو واضح کر رہی ہیں جن کے ذریعے معاشرہ بگاڑ و خرابی سے بچ کر اپنے اندر بہترین اقدار پیدا کر سکتا ہے۔ یہی اقدار انسان کو ترقی کی طرف گامزن کر سکتی ہیں۔ منتخب مفسرین کرام نے آیات مبارکہ کی تفسیر میں بڑے عمدہ انداز سے ان پہلوؤں کی نشاندہی کی ہے جو ممانعت کے باوجود معاشرے کا حصہ بنتی جا رہی ہیں اور ان کی اصلاح پر زور دیا ہے۔ تمام منتخب مفسرین کرام میں ان رذائل اخلاق کی مذمت پر اتفاق پایا جاتا ہے۔ کسی مفسر کا اس سے متعلق اختلاف نظر نہیں آتا۔ اس کے ساتھ ساتھ آیات و احادیث مبارک کو اپنی تفسیر میں تائید کے لیے پیش کرتے ہیں۔ جہاں کوئی فقہی حکم مستنبط ہوتا ہے وہاں اس آیت کی وضاحت میں اسے بیان کر دیا ہے۔ مگر بہت تفصیلی فقہی مسائل کی طرف نہیں گئے۔ آیت مبارکہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے جہاں کہیں اس سے ایسا کوئی حکم نکلتا ہے، جو معاشرے کی خرابیوں کو دور کر سکے تو اسے بیان کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر علامہ عثمانی اپنی تفسیر میں معاشرتی پہلو نمایاں طور پر اجاگر کرتے ہیں معاشرتی خرابیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے

اس کی بیخ کنی بھی کرتے ہیں۔اسی طرح ہر مفسر کا انداز دوسرے سے مختلف ہے۔البتہ تمام مفسرین کرام کا انداز بیان بہت جامع ہے۔ گویا مختصر تفاسیر اپنے دور کے تفسیری تقاضوں کو پورا کرتی ہیں اور آج بھی قابل عمل ہیں۔اس سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ مختصر تفاسیر اگرچہ حواشی پر مبنی ضروری معلومات فراہم کرتی ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ عصر حاضر کے تقاضوں کو بھی پورا کرتے ہوئے اصلاح طلب پہلوؤں کی پر روشنی ڈالتی ہیں تاکہ مختصر تفاسیر کا حقیقی مقصد پورا ہو سکے۔

حواشی و حوالہ جات

1 بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسمعیل، صحیح بخاری، دارالسلام، ریاض، 1999، کتاب الجنائز، باب اذا اسلم الصبی، ح:۱۳۵۸، ۱۳۵۹

Bukhārī, AbūAbdal-lahMuḥammad bin Ismā’īl, ṢaḥīḥBukhārī, Dār al-Salām, Riyāḍ, 1999,Kitābal-Janā’iz, bābidhāaslamaal-ṣabiyy, H: 1358, 1359

2 خالد علوی، ڈاکٹر، اسلام کا معاشرتی نظام، الفیصل ناشران، لاہور، س۔ن، ۱۹

Khālid‘Alvī, Dr, Islāmkāmu’āshartīniẓām, al-FayṣalNāshirān, Lahore, s.n, 19

3 البزار، ابو بکر احمد بن عمرو، مسند البزار، مکتبۃ العلوم والحکم، مدینہ، ۲۰۰۹ء، ۱۵/۳۶۴

Al-Bazzār, AbūBakrAḥmad bin ‘Amr, Musnad al-Bazzār, Maktabajal-‘Al-ūmwaal-Ḥikam, Madīnah, 2009, 15/364

4 الانعام ۶: ۱۴۱

Al-An’ām6:141

5 شبیر احمد عثمانی، مولانا، تفسیر عثمانی، تاج کمپنی لمیٹڈ، کراچی، س۔ن، ۱۹۵؛ عبدالماجد دریا آبادی، مولانا، تفسیر ماجدی، تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور، 1952، ۳۱۵؛ نعیم الدین مراد آبادی، سید، خزائن العرفان، قدرت اللہ کمپنی، لاہور، س۔ن، ۱۸۸؛ صلاح الدین یوسف، حافظ، احسن البیان، مکتبہ دارالسلام، لاہور، س۔ن، ۲۴۴؛ محمد عبدہ الفلاح، شیخ، اشرف الحواشی، شیخ محمد اشرف ناشران قرآن مجید، لاہور، س۔ن، ۱۷۶

ShabīrAḥmad‘Uthmānī, Mawlānā, Tafsīr‘Uthmānī, Tājcompany limited, Karachī, s.n, 195; Abdal- MājidDaryābādī, Mawlānā, TafsīrMājdī, Tājcompany limited, Lahore, 1952,315; Na’īmal-DīnMurādābādī, Sayyed, Khazā’inal-‘Irfān, Qudrat-al-lahcampany, Lahore, s.n, 188; Ṣalāhal-DīnYūsuf, Ḥāfiz, Aḥsanal-Bayān, MaktabahDar al-Salām, Lahore, s.n, 244; Muḥammad‘Abduhū Al-Falāḥ, Shaykh, Ashraf al-Ḥawāshī, ShaykhMuḥammadAshraf NāshirānQur’ānMajīd, Lahore, s.n, 176.

6 ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، دار السلام، ریاض، 1999، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء فی المعتدی فی الصدقۃ، ح: ٦٤٦؛ ابن ماجہ، محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، دار السلام، ریاض، 1999، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء فی عمال الصدقۃ، ح: ١٨٠٨

Tirmidhī, Abū'ĪsāMuḥammad bin 'Īsā, Jāmi'Tirmidhī, Dāral-Salām, Riyāḍ, 1999, kitābal-zakāt, bābmājā' fīlmu'tadīfīṢadaqah, h: 246; ibn-e-Mājah, Muḥammad bin YazīdAl-Qazwīnī, SunanibnMājah, Dāral-Salām, Riyāḍ, 1999, Kitābal-Zakāt , bābmājā' fīa'māl-i-Ṣadaqah, h: 1808

7 اشرف الحواشی، ١٧٦

Ashraf al-Ḥawāshī: 176

8 الاعراف ٧: ٣١

Al-A'rāf 7: 31

9 تفسیر عثمانی، ٢٠٥؛ تفسیر ماجدی، ٣٢٩؛ اشرف الحواشی، ١٨٥؛ احسن البیان، ٢٥٥؛ خزائن العرفان، ١٩٩؛ لقمان السلفی، ڈاکٹر، تیسیر الرحمن لبیان القرآن، دار الکتاب والسنہ، لاہور، 2015، ١/٤٦٣

Tafsīr'Uthmānī: 205; TafsīrMājdī:329; Ashrafal-Ḥawāshī:185; Aḥsanal-Bayān:255; Khazā'inal-'Irfān: 199; Luqmān al-Salafī, Dr, Taysīral-Raḥmān li Bayānal-Qur'ān, Dāral-Kitābwaal-Sunnah, Lahore, 2015, 1/463

10 تفسیر عثمانی، ٢٠٥؛ احسن البیان، ٢٥٦؛ تیسیر الرحمن لبیان القرآن، ١/٤٨٣

Tafsīr'Uthmānī: 205; Aḥsanal-Bayān: 256; Taysīral-Raḥmān li Bayānal-Qur'ān: 1/483

11 مسند احمد، ٢٨/٤٢٢؛ جامع ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی کراھیۃ کثرۃ الاکل، ح: ٢٣٨٠

MusnadAḥmad: 28/422; Jāmi' al-Tirmidhī, Kitābal-Zuhd,bābmājā' fīKarāhiyahKathrah al-Akl, h: 2380

12 خزائن العرفان، ١٩٩؛ ت۔م، ٣٢٩

Khazā'inal-'Irfān: 199; TafsīrMājdī: 329

13 بنی اسرائیل ١٧: ٢٦، ٢٧

Banī-Isrā'īl 17: 26,27

14 تفسیر ماجدی، ٥٨٣؛ احسن البیان، ٤٦٤؛ اشرف الحواشی، ٣٤٢؛ خزائن العرفان، ٣٦٩؛ تیسیر الرحمن لبیان القرآن، ١/٨٠٥

Tafsīr'Uthmānī: 583; Aḥsanal-Bayān: 464; Taysīral-Raḥmān li Bayānal-Qur'ān: 1/805; Ashrafal-Ḥawāshī: 342; Khazā'inal-'Irfān: 369; Taysīral-Raḥmān li Bayānal-Qur'ān: 1/805

15 تقی عثمانی، محمد، مولانا، توضیح القرآن (آسان ترجمہ قرآن)، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، 2014، ٥٦٢

Taqī'Uthmānī, Muḥammad, Mawlānā, Tawḍīhal-Qur'ān (ĀsānTarjumahal-Qur'ān) ,Maktabahma'ārifal-Qur'ān,Karāchī, 2014, 562

16 تفسیر عثمانی، ٣٧٨؛ احسن البیان، ٤٦٥؛ تیسیر الرحمن لبیان القرآن، ١/٨٠٥؛ اشرف الحواشی، ٣٤٢؛ تفسیر ماجدی، ٥٨٣؛ خزائن العرفان، ٣٦٩

Tafsīr‘Uthmānī: 378; Aḥsanal-Bayān: 465; Taysīral-Raḥmān li Bayānal-Qur’ān: 1/805; Ashrafal-Ḥawāshī: 342; Khazā’inal-‘Irfān: 369; TafsīrMājdī: 583; Khazā’inal-‘Irfān: 369

17 بنی اسرائیل ۱۷: ۲۹

Banī-Isrā’īl 17: 29

18 اشرف الحواشی، ۳۴۲؛ تفسیر عثمانی، ۳۷۸؛ تفسیر ماجدی، ۵۸۳؛ احسن البیان، ۴۶۵؛ خزائن العرفان، ۳۶۹؛ تیسیر الرحمن لبیان القرآن، ۱/۸۰۶

Ashrafal-Ḥawāshī: 342; Tafsīr‘Uthmānī: 378; Aḥsanal-Bayān: 465; TafsīrMājdī: 583; Khazā’inal-‘Irfān: 369; Taysīral-Raḥmān li Bayānal-Qur’ān: 1/806

19 احمد بن حنبل، مسند احمد، موسسۃ الرسالہ، 2001، ۳۰۲/۷

Aḥmad bin Ḥanbal, MusnadAḥmad, Mu’assisah al-risālah, 2011,7/302

20 خزائن العرفان، ۸۴۱، ۸۴۲؛ یہ حدیث براہ راست حدیث کی کتب میں نہیں ملتی۔اس سے ملتا جلتا موضوع دیگر تفاسیر میں موجود ہے۔حضرت عبداللہ ابن مسعود کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک لڑکا آیا اور اس نے کہا کہ میری ماں نے آپ سے فلاں فلاں چیز کا سوال کیا ہے۔آپؐ نے فرمایا: آج ہمارے پاس کوئی چیز نہیں ہے۔اس نے کہا: میری ماں کہتی ہے کہ آپ یہ قمیض دے دیجیے، آپ نے وہ قمیض اتار کر دے دی اور آپ بغیر قمیض کے افسوس سے بیٹھے رہے۔ (جلال الدین السیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، دار الفکر بیروت، 1414ھ، 274/5؛ محمد شفیع ، مفتی ، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، 2007ء، 473/5)

Khazā’inal-‘Irfān: 841,842

21 احسان اللہ شائق، مفتی، جدید معاملات کے شرعی احکام، دارالاشاعت، کراچی، ۲۰۰۷ء، ۱/۱۷۷

IhsānullahShā’iq, Muftī, Jadīdmu’āmlātkayshara’īAḥkām, Dāral-Ishā’at, Karāchi,2007,1/177

22 آل عمران ۳: ۱۸۸

Āl-‘Imrān3:188

23 البقرہ ۲: ۱۸۸

Al-Baqarah2:188

24 تفسیر عثمانی، ۳۷؛ اشرف الحواشی، ۳۶؛ خزائن العرفان، ۸۰۸؛ تیسیر الرحمن لبیان القرآن، ۱/۱۰۵، تفسیر ماجدی، ۷۳

Tafsīr‘Uthmānī: 37; Ashrafal-Ḥawāshī: 36; Khazā’inal-‘Irfān: 808; Taysīral-Raḥmān li Bayānal-Qur’ān: 1/105; TafsīrMājdī: 73

25 تفسیر ماجدی، ۷۳

TafsīrMājdī: 73

26 تفسیر عثمانی ، ۳۷؛ احسن البیان ، ۵۱؛ اشرف الحواشی ، ۳۶؛ خزائن العرفان ، ۸۰۹؛ تفسیر ماجدی ، ۷۳؛ تیسیر الرحمن لبیان القرآن، ۱/۱۰۴

Tafsīr'Uthmānī:37; Ashrafal-Ḥawāshī:36; Khazā'inal-'Irfān:809; Taysīral-Raḥmān li Bayānal-Qur'ān: 1/104; TafsīrMājdī:73; Taysīral-Raḥmān li Bayānal-Qur'ān: 1/104

27 تفسیر ماجدی، ۷۳

TafsīrMājdī: 73

28 النساء۴: ۸۵

Al-Nisā' 4:85

29 تفسیر ماجدی، ۲۰۵؛ تفسیر عثمانی، ۱۱۹؛ آسان ترجمہ قرآن، ۱۹۷؛ اشرف الحواشی، ۱۱۱؛ خزائن العرفان، ۸۱۸

TafsīrMājdī: 205; Tafsīr 'Uthmānī: 119; (ĀsānTarjumahQur'ān): 197; Ashrafal-Ḥawāshī: 111; Khazā'inal-'Irfān:818

30 تفسیر ماجدی، ۲۰۵

TafsīrMājdī: 205

31 تیسیر الرحمن لبیان القرآن، ۱/۲۸۰

Taysīral-Raḥmān li Bayānal-Qur'ān: 1/280

32 صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب التحریض علی الصدقۃ والشفاعۃ فیھا، ح: ۱۴۳۲؛ ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب الأدب، باب فی الشفاعۃ، ح: ۵۱۳۲

ṢaḥīḥBukhārī, Kitābal-Zakāt, Bab al-taḥrīḍalā al-Ṣadaqahwa al-Shafā'ahfīhā, h: 1432; AbūDāwūd, SunanAbūDāwūd, Kitābal-Adab, bābfīshafā'at, h: 5132

33 آل عمران۳: ۱۸۸

Āl-'Imrān3:188

34 خزائن العرفان، ۹۶؛ احسن البیان، ۱۲۴، ۱۲۵؛ اشرف الحواشی، ۹۱؛ تیسیر الرحمن لبیان القرآن، ۱/۲۲۹

Khazā'inal-'Irfān: 96; Aḥsanal-Bayān: 124,125; Ashrafal-Ḥawāshī:91; Taysīral-Raḥmān li Bayānal-Qur'ān: 1/229-.